© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سید صباح الدین عبدالرحمن پاکستان میں

ڈاکٹر حافظ محمد یونس

برصغیر پاک و ہند کے نامور علمی فرزند مولانا سید صباح الدین عبدالرحمن ناظم دارالمصنفین اور مدیر معارف، لکھنو ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے علم کی خدمت کیلئے بےشمار علمی سفر کئے وہ مختلف علمی و ادبی انجمنوں اور تعلیمی و تحقیقی اداروں کے ممبر تھے، آئے دن علمی مذاکروں، اہم کانفرنسوں اور بین الاقوامی سیمیناروں کے دعوت نامے ان کو موصول ہوتے تھے ۔ ہندوستان اور پاکستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ، یورپ اور امریکہ کے سیمیناروں میں بھی شریک ہوئے ۔ وہ جب کسی کانفرنس کی رو داد ,,معارف،، میں لکھتے تو وہ اس قدر جامع ، مکمل، مؤثر اور دلچسپ ہوتی کہ پڑھنے والا محسوس کرتا کہ وہ خود اجلاس میں شریک ہے ۔

مولانا سید صباح الدین قیام پاکستان کے بعد متعدد بار پاکستان تشریف لائے ۔ سب سے پہلی مرتبہ آپ مئی ۱۹۵۵ء میں پاکستان میں تشریف لائے اور تقریباً دو ماہ قیام فرمایا ۔ اس وقت ان کی تشریف آوری کی غرض و غایت ان تجارتی پابندیوں کا ازالہ تھا جو حکومت پاکستان نے تقسیم ہند کے بعد دوسری تجارتی چیزوں کی طرح دار المصنفین کی مطبوعات پر بھی عائد کی ہوئی تھیں ۔ چونکہ دار المصنفین کا دار و مدار اس کی مطبوعات پر تھا ۔ جن کی زیادہ مانگ پاکستان میں تھی اس لئے دار المصنفین کے ارباب و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقتدار کا خیال تھا کہ اگر یہ صورت حال کچھ دنوں اور قائم رہی تو ان تصنیفی اور اشاعتی اداروں کا چلنا مشکل ہو جائے گا ۔ چنانچہ جولائی ۱۹۵۴ء میں انھوں نے معارف میں شذرات کے عنوان کے تحت اپنی اس انتہائی مجبوری کا اظہار بہت دکھ کے ساتھ کیا اور حکومت پاکستان سے پرزور اپیل کی کہ وہ ان بندشوں کو جلد سے جلد ختم کرنے کی کوشش کرے اور کتابوں کی تجارت پر کوئی پابندی نہ لگائے یا کم از کم ان کے لائسنس دینے میں فیاضی سے کام لے ۔

اسی ضمن میں مولانا صباح الدین عبدالرحمن مئی ۱۹۵۵ء میں پاکستان تشریف لائے، ان کی کوششوں کے طفیل حکومت پاکستان نے اس کے لئے پچاس ہزار کا لائسنس منظور کیا تھا ، جو اس وقت کے لحاظ سے ایک خطیر رقم تھی ، اس خصوصی رعایت کے دلوانے میں اس وقت کے گورنر جنرل کے سیکریٹری جناب قدرت اللہ شہاب کی کوشش کا زیادہ دخل تھا ۔ مولانا ان کی شخصیت سے بہت متأثر تھے ۔ چنانچہ رقم طراز ہیں :

"۱۹۵۵ء سے پاکستان کا سفر برابر کرتا رہا ۔ ان سے برابر ملاقاتیں ہوتی رہیں، دار المصنفین کی مطبوعات کا جب باضابطہ حق طباعت و اشاعت حکومت پاکستان کو دیا جا رہا تھا تو انھوں نے اس کی دفتری کارروائی کرنے میں بڑی سہولتیں پہنچائیں ، جس کے لئے دار المصنفین ان کا بڑا ممنون ہوا ۔ ان میں سرکاری افسر کی رعونت بالکل نہ تھی ۔ ہر موقع پر بڑے متین، سنجیدہ اور با اخلاق نظر آتے ۔ بولتے بہت کم تھے مگر سنتے سب کی تھے، اور حتی الامکان مدد کیا کرتے تھے ، ان کو انگریزی اور اردو لکھنے میں بڑی مہارت تھی، اردو ادب کا بڑا عمدہ مذاق رکھتے تھے لیکن اس کا اظہار اپنی گفتگو میں نہ ہونے دیتے ۔ ادبی حلقوں میں اپنی اردو تحریروں کے لئے مقبول تھے " ۔(۱) ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دار المصنفین کی مطبوعات کے سلسلے میں جب مولانا صباح الدین گورنر جنرل ہاؤس گئے تو لکھتے ہیں:

,,پہلی بار ۱۹۵۵ء میں شہاب صاحب سے دار المصنفین کے دفتری کام کے سلسلہ میں ملا ۔ ایک روز گورنر جنرل ہاؤس میں دوپہر کا کھانا ہوا تو وہ بھی شریک ہوئے ۔ لیکن خاموش بیٹھے رہے ۔ ان سے کھانا شروع کرنے کے لئے کہا گیا تو بولے آج شعبان کی پندرھویں تاریخ ہے وہ نفلی روزے سے ہیں انکی اس مذہبیت کا اثر دسترخوان کے تمام شرکاء پر رہا ،،(۲)

مارچ ۱۹۷۶ء میں بھی مولانا صباح الدین حکومت ہند کی اجازت سے پاکستان میں وزارت مذہبی امور کی جانب سے منعقدہ بین الاقوامی سیرت کانگریس میں شرکت کے لئے تشریف لائے ۔ اپنے اسی دورے کے دوران مولانا صباح الدین ادارہ تحقیقات اسلامی میں بھی تشریف لائے اور نہایت شاندار تأثر لے کر وطن واپس لوٹے ۔ اپنے ان تأثرات کو مولانا نے معارف کے شذرات میں نہایت پر خلوص اور دردمندی سے ذکر کیا ہے ۔ مولانا لکھتے ہیں :

,,اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے نئے ڈائریکٹر ڈاکٹر رشید جالندھری نے ہر طرح کی قدردانی کی ۔ مولانا عبدالقدوس ہاشمی ندوی لائبریرین کی پرکیف اور پر از معلومات علمی صحبتوں کی وجہ سے طویل قیام کی گرانی محسوس نہیں ہوئی، اس ادارہ کے آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی جناب احمد بشیر کو ہر موقع پر خلیق اور ملنسار پایا ۔ یہاں کے فیلو حافظ محمود احمد غازی اور ان کے چھوٹے بھائی حافظ محمد الغزالی کی سعادت مندی اور تواضع راحت جان بنی رہی ۔ ہندوستان کے مشہور عالم مولانا محمد سورتی مرحوم کے لائق فرزند اور ندوة العلماء کے مشہور استاذ جناب خلیل عرب کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

داماد مولانا عبدالرحمن طاهر سورتی (مرحوم) اپنے مذہبی خیالات کا برملا اظہار کرکے محظوظ کرتے رہے ـ دیگر احباب نے بھی پذیرائی میں برابر پیش قدمی کی ،، (۳) .

پاکستان میں مولانا سید صباح الدین کی کوششوں سے دارالمصنفین کی کتابوں کے حق طباعت کا جو معاہدہ نیشنل بک فاؤنڈیشن سے ہوا ـ اس پر وزارت خارجہ حکومت ہند نے بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا ـ اور مولانا کی کوششوں کی بے حد تعریف کی ـ دار المصنفین کے ارباب حل و عقد نے بھی پاکستان کی حکومت کے حسن سلوک کا شکریہ ادا کیا اس معاہدہ پر مولانا صباح الدین نے ان الفاظ میں تبصرہ فرمایا :

,,دار المصنفین کے سلسلے میں دونوں حکومتوں کی طرف سے جو رواداری اور فراخدلی کا اظہار ہوا ہے وہ دونوں کے درمیان خوشگوار تعلقات کی ایک نیک اور مبارک فال ہے ـ اس خاکسار نے پاکستان کے طویل قیام میں یہ محسوس کیا کہ وہاں کے سرکاری اور غیر سرکاری حلقوں میں یہ عام احساس ہو چلا ہے کہ دونوں ملکوں کے اختلافات سے نقصانات زیادہ اور فوائد کم ہوئے ـ ہمارے ملک میں بھی یہ خیال بڑھتا جا رہا ہے کہ اگر دونوں ملک اچھے پڑوسیوں کی طرح رہیں تو اس میں دونوں کی فلاح و بہبود ہے ـ اختلافات نہ ہوتے تو دونوں بھائی بھائی بن کر اس وقت تک ایشیاء کی بڑی قوت بن جاتے ،، (۴)

وزارت تعلیم، پاکستان نے دارالمصنفین کی مطبوعات کے حق طباعت و اشاعت کا جو معاہدہ نیشنل بک فاؤنڈیشن کے لئے پندرہ لاکھ پاکستانی روپے میں کیا تھا اس کی پہلی قسط ۱۹۷۶ء ھی میں مل گئی ـ دوسری قسط کی منظوری کے سلسلے میں مولانا سید صباح الدین ۱۶ جون ۱۹۷۸ء کو پھر پاکستان تشریف لائے ـ اس دفعہ ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا قیام ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۸ء تک رہا ۔ اس وقت منظوری پاکستان کے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جناب جنرل محمد ضیاء الحق نے دی ۔

اپنے اس دورہ کے دوران مولانا صباح الدین نے اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے پاکستان کی مقتدر شخصیتوں سے بھی ملاقاتیں کیں،اس وقت کے وزیر قانون و مذہبی امور جناب اے کے بروھی کی شخصیت سے آپ بہت زیادہ متأثر ہوئے ۔ ان کے بارے میں آپ کے تأثرات یہ تھے:

,,جناب اے کے بروھی سے کئی ملاقاتیں کیں، وہ اپنی علم نوازی اور معارف پروری کی بدولت ایک علم دوست ھی کی طرح ملے، میری بہت سی مشکلیں آسان کیں، ان کے بلند اخلاق اور شریفانہ طبیعت کا گہرا اثر دل پرہے۔ ان کو تصوف اور تاریخ ہند کے مطالعہ کا بھی ذوق ہے ۔ میری کتاب بزم صوفیہ کا ذکر آیا تو میں نے ایک نسخہ ان کی خدمت میں پیش کیا ،، (۵) ۔

اس مرتبہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر عبدالواحد ھالی پوتہ سے ملاقات کرنے کے بعد مولانا سید صباح الدین نے وفور جذبات سے مغلوب ھو کر یوں لکھا:

,,ڈاکٹر ھالی پوتہ میرے لئے فرشتۂ رحمت بنے رھے، وہ اپنی من موھنی باتوں سے دل اور دماغ دونوں کی تسخیر کرتے رھے، ان کی ضیافتوں سے محظوظ ھونے کے علاوہ ان کی تواضع ، کسر نفسی اور شرافت اخلاق کے بار سے میں جھکا رہا ۔ جب کبھی ان سے کسی کام کے لئے کچھ عرض کیا تو ایسا معلوم ھوتا کہ وہ اپنے تمام اخلاق حسنہ کا سونا پگھلا کر ھی دم لیں گے، ایسے ھی افراد کے نمونہ سے ایک اچھی قوم کا ضمیر تیار ھوا کرتا ہے،، (۶) ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نیشنل بک فاؤنڈیشن کے انتظامی امور کے ڈائریکٹر جناب یونس سعید سے بھی جناب سید صباح الدین نے ملاقات کی ۔ اور ان کی انگریزی زبان میں قابلیت کو بہت سراہا ۔ انھوں نے سید سلیمان ندوی کے ,,خطبات مدراس،، کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے مولانا ان کے بارے میں لکھتے ھیں:

,,وہ دار المصنفین کی مطبوعات میں سیرۃ النبیؐ سے کچھ ایسے متأثر تھے کہ اس کا ترجمہ انگریزی میں کرنے کے خواھاں ہوئے مگر جب میں نے ان سے پہلے ,,خطبات مدراس،، کا ترجمہ انگریزی میں کرنے کی خواھش ظاھر کی تو وہ اس کے لئے ایسے مستعد ہوئے کہ دن رات کی عرق ریزی کے بعد میرے قیام پاکستان ھی کے زمانہ میں اس کا پورا ترجمہ ختم کر ڈالا ۔ اور خوش تھے کہ ایک اھم اور لائق ثواب کام انجام پا گیا ،، (۷) ۔

مارچ ۱۹۸۱ء میں مولانا سید صباح الدین نیشنل ھجرہ کونسل کے زیر اھتمام دوسرے بین الاقوامی سیمینار میں شرکت کیلئے اسلام آباد تشریف لائے ۔ یہ سیمینار ۸، ۹ ، ۱۰ مارچ کو ھوا ، اس سیمینار میں شرکت کے لئے ھندوستانی وفد میں مولانا کے علاوہ مولانا سعید اکبر آبادیؒ، سید اوصاف علی سیکریٹری انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز نئی دھلی ، پروفیسر لالی والا گجرات یونیورسٹی اور جناب نثار احمد فاروقی دھلی یونیورسٹی شامل تھے ۔

ھجرہ کونسل کا یہ سیمینار اپنی نوعیت کا منفرد بین الاقوامی سیمینار تھا ۔ جس کا اھتمام و انصرام بہت وسیع پیمانے پر کیا گیا تھا اور اس میں دنیا بھر کے مختلف شعبہ ھائے زندگی سے تعلق رکھنے والے اسکالر و فاضلین مدعو تھے، اس سیمینار نے سید صباح الدین کے دل پر گہرے نقوش چھوڑے، چنانچہ وہ اس کے بارے میں لکھتے ھیں :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

,,معلوم ہوا کہ اس سیمینار کے انتظام و انصرام میں تقریباً ایک کروڑ روپے خرچ ہوئے ہیں ، اسی سے اس کے کروفر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ افتتاح کی رسم جناب صدر ضیاء الحق نے پاکستان کی روایتی شان سے ادا کی ۔ ان کا خطبہ اردو میں تھا، اس میں تلقین کی گئی کہ اب تک اسلامی علوم و فنون میں جو کچھ کام ہو چکا، اسی پر اکتفا کرنا مناسب نہیں بلکہ آئندہ نئے ولولے اور نئے جوش کے ساتھ اس سے زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے ،، (۸) ۔

چونکہ اس سیمینار میں تمام اسلامی ممالک کے مسلم اسکالرز مدعو تھے اور کوئی غیر مسلم نمائندہ نہیں تھا ۔ اس لئے سید صباح الدین کا خیال تھا کہ ایسے موقع پر غیر مسلم اسکالرز کو بھی بلانا چاہئے کیونکہ ان کی زبان سے بھی کچھ سننا فائدے سے خالی نہیں ہوتا، ہندوستان میں بھی ایک ایسی ہی کانفرنس میں غیر مسلم ممالک کے غیر مسلم اسکالرز کو بھی مدعو کیا گیا تھا جس سے کانفرنس میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی تھی ۔ سیمینار کے افتتاح کے بعد مولانا سید صباح الدین کو صدر پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق کے ساتھ چائے نوشی کے اجتماع میں بات کرنے کا بھی موقع ملا ۔ گفتگو کا موضوع زیادہ تر ہندو پاکستان کے مابین خوش گوار ماحول پیدا کرنے کی اہمیت پر ہی رہا ۔

مولانا سعید اکبر آبادی بھی اس سیمینار میں مدعو تھے، وہ ہند و پاکستان کی ایک مسلمہ شخصیت تھی ۔ ان کی ملاقات بھی صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق سے ہوئی ۔ اس ملاقات سے متعلق سید صباح الدین لکھتے ہیں :

,, اس موقع پر بڑا اہم منظر وہ تھا جب صدر صاحب سے مولانا سعید اکبر آبادی ملے، وہ صدر صاحب کے سینٹ اسٹیفن کالج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دهلی میں استاد رہ چکے تھے، صدر صاحب نے اپنے استاد کے احترام میں ان سے معانقہ کیا، دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر اپنے یہاں خصوصی مہمان کی حیثیت سے قیام کرنے کے لئے مدعو کیا۔ جس کو مولانا نے شکریہ کے ساتھ منظور کیا "۔ (۹)

مولانا سید صباح الدین اس سیمینار کی کارکردگی پر بہت خوش تھے۔ آپ نے اس بات کو بہت سراہا کہ سیمینار شروع ہونے سے قبل ہی آمدہ مقالات کو چھاپ کر سات جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا ان کا خیال تھا کہ مقالہ نگار کے ساتھ ان کا مختصر تعارف بھی ضرور کروانا چاہئے تھا۔

مولانا سید صباح الدین نے اس سیمینار میں اپنا مشہور مقالہ "اسلام میں تصور ریاست، نظری اور عملی حیثیت" کے عنوان سے پیش کیا۔ مقالہ انگریزی زبان میں تھا۔ کلام پاک اور احادیث مطہرہ کے حوالے پر مشتمل یہ اچھا خاصا طویل تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

"ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شعبہ زندگی کی جزوی باتوں کی واضح تعلیم دی ہے، مگر طرز حکومت اور اس کی تشکیل کو بالکل غیر واضح چھوڑ دیا ہے، حکومت جغرافیائی حالات، ماحول اور زمانہ کے تخت بدلتی رہتی ہے، اس لئے طرز حکومت اور اس کی تشکیل کا غیر واضح رہنا ہی مناسب تھا، کہ جب جیسی ضرورت ہو، اسی کے مطابق حکومت بنائی جائے البتہ حکومت کے لئے کچھ بنیادی باتیں ایسی ہیں جو ہر زمانہ، ہر ملک، اور ہر ماحول کے لئے لازمی ہیں، ان کی وضاحت ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دی ہے۔ جس سے ایک قابل فخر ویلفیئر اسٹیٹ بن سکتی ہے اگر ان بنیادی باتوں پر عمل کرکے کوئی حکومت قائم کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاتی ہے تو اس کی نوعیت خواہ بادشاہت یا جمہوریت یا عوامی جمہوریت یا آمریت ہی کی کیوں نہ ہو وہ اسلامی حکومت کہی جا سکتی ہے ،ہمارے سامنے خلافت راشدہ کا نمونہ ہے لیکن اس کی حکومت کی نوعیت کا متعین کرنا آسان نہیں ، کوئی اس کو اوتاری کوئی مذہبی، کوئی زعیمی، کوئی دستوری کوئی جمہوری کوئی اوتاری اور جمہوری ، کوئی بادشاہی اورز جمہوری حکومت کی ملی جلی شکل بتاتا ہے۔ یہ سب کچھ تھی، مگر ان سب کی برائیوں سے پاک اور ان کی تمام خوبیوں کی حامل تھی، اس لئے یہ بہترین حکومت تھی، خلفائے راشدین کا انتخاب ضرور ہوتا رہا، مگر ان کے طرز انتخاب سے خاص ضابطے متعین نہیں کئے جا سکتے، کلام پاک میں شوریٰ کی اہمیت ضرور ہے لیکن جمہوریت کا ذکر نہیں، اسلام حکومت کی ظاہری شکل یعنی انتخاب کے طریقے، ارباب شوریٰ کی ترتیب اور ان کے فرائض و حقوق، ان کے انتخاب اور اظہار رائے کے طریقے وغیرہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اس کے نزدیک اصل چیز حکومت کے امیر و رئیس اور اس کے ارکان و عمال کا تقویٰ ہے۔ اگر کوئی سربراہ حکومت خواہ وہ بادشاہ یا آمر ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالی کے حکم اور منشائے حکومت کا نفاذ کر کے اسلامی شعار، اسلامی حمیت اور اسلامی غیرت کی نگہبانی اور پشتیبانی کر کے اسلام کی شان اور آن بان میں اضافہ کرنے کا کوشاں رہا ہو یا ہو، تو کیا وہ جمہوری حکومتوں کے ان سربراہوں سے فروتر سمجھے جائیں گے جو ظالم، فاسق اور فاجر ہوں، لیکن ان کی حکومت کا حق صرف اس لئے ہو کہ وہ عوام کے ووٹوں سے برسراقتدار آئے ہیں۔ یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ خلافت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راشدہ کے بعد خاندانی حکومتیں ضرور قائم ہوتی رہیں لیکن ان کے سربراہوں نے اسلام کے قوانین کی بالادستی کو اپنی حکومت میں شعوری یا غیر شعوری طور پر برقرار رکھا، تو کیا ان کی حکومتیں خارج از اسلام محض اس لئے سمجھی جائیں گی کہ وہ خلافت راشدہ کے طرز پر نہ تھیں، تو پھر اسلام کی سیاسی تاریخ ہمارے پاس کیا رہ جاتی ہے حالانکہ ہم کو ان کے بہت سے کارناموں پر فخر ہے، (۱۰) ۔

سید صباح الدین کا یہ مقالہ بے حد پسند کیا گیا اور اس پر خاصی بحث بھی ہوئی ۔ ایک صاحب نے تو یہ کہا کہ سید صاحب نے مجمع کو لوٹ لیا ۔ سنگاپور کے ایک نمائندے نے کہا کہ

" It is a Wonderful Paper "

اس سیمینار کی خصوصیت ایک یہ بھی تھی کہ الطاف و اکرام کے علاوہ مندوبین کو پاکستان کے جس حصہ میں وہ جانا چاہیں، سرکاری اخراجات پر جانے کی اجازت تھی، چنانچہ اسی رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مولانا سید صباح الدین کراچی تشریف لے گئے وہاں کی پر لطف محفلوں اور ارباب علم و فضل سے مل کر آپ بے حد محظوظ ہوئے ۔ آپ نے پیر حسام الدین راشدی اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد ڈیسائی کے جذبہ مہمان نوازی کو خصوصاً بہت سراہا ۔ مولانا لکھتے ہیں کہ

"کراچی کے علمی حلقوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ یکایک اعظم گڑھ سے تار پہنچا کہ مجھ کو ۲۶ مارچ کو دھلی پہنچنا ہے ۔ میری لڑکی اپنی لڑکی کی بسم اللہ میری موجودگی میں کرنا چاھتی تھی ۔ اس لئے اب اس کو یہ تقریب عجلت میں کرنی پڑی اور میں ۲۵ مارچ ۱۹۸۱ء کو دھلی پہنچ گیا ۔ (۱۱) ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۹ ، ۱۰ ، ۱۱ نومبر ۱۹۸۳ء کو شاعر مشرق علامہ محمد اقبال پر دوسری بین الاقوامی کانگریس لاہور میں ہوئی ۔ یہ بین الاقوامی کانگریس پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے ہر پانچ سال کے بعد ہوا کرتی ہے ۔ پہلی کانگریس ۱۹۷۷ء میں بہت دھوم دھـام سے ہوئی تھی ۔ جس میں تقریباً ہر ملک سے بیرونی مہمان بکثرت آئے تھے ۔ اس سال اندرون پاکستان کے نمائندوں کی تعداد ۳۵ تھی، اس کانگریس میں انگلستان اور امریکہ کے علاوہ ہندوستان سے بھی کچھ نمائندے پاکستان آئے ۔ جن میں مولانا سید صباح الدین عبدالرحمن بھی شامل تھے ۔

اجلاس کے مہمان خصوصی حکومت پاکستان کے وزیر دفاع جناب میر علی احمد خان تالپور تھے ۔ خطبہ استقبالیہ پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب ڈاکٹر خیرات محمد ابن رسا کا تھا سید صباح الدین، میر علی احمد خان تالپور کی تقریر سے بہت محظوظ ہوئے، چنانچہ لکھتے ہیں :

,,جناب میر علی احمد خان تالپور نے خصوصی مہمان کی حیثیت سے اپنی تقریر میں کلام پاک کی آیات اور علامہ محمد اقبال کے علاوہ ہندوستان کے شعراء میں حسرت موہانی، اکبر الہ آبادی اور اصغر گونڈوی کے اشعار برجستہ پڑھ کر اپنے بلند پایہ علمی اور ادبی ذوق کا ثبوت دیا ،، (۱۲)۔

کانگریس کے مختلف اجلاسوں کی صدارت مقتدر علمی و ادبی شخصیات نے کی ۔ ایک اجلاس کی صدارت جناب مولانا سید صباح الدین نے بھی کی ۔ مقالات کے موضوعات کی نوعیت پہلے سے متعین کر دی گئی تھی جو حسب ذیل تھی :

(۱) اقبال اور اسلامی نشأة ثانیہ (۲) اقبال اور پاکستان کی تحریک
(۳) اقبال اور تیسری دنیا (۴) اقبال اور احترام آدمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان ھی موضوعات پر تقریباً پچپن (۵۵) مقالات پیش کئے گئے ۔ جو پہلے ھی دو جلدوں میں ٹائپ کرکے تقسیم کر دیئے گئے تھے ۔ مقالات کی کثرت اور وقت کی کمی کی وجہ سے مقالہ نگاروں کو بہت ھی عجلت میں اختصار سے اپنے اپنے مقالے پڑھنے پڑھے ۔ ان پر بحث و مباحثہ کا موقع نہیں ملا ۔ البتہ مختلف اجلاسوں کے آخر میں جو صدارتی تقریریں ہوئیں ، ان سے حاضرین محظوظ اور مستفیض ہوتے رہے ۔ اس موقع پر ڈاکٹر جاوید اقبال نے جو تقریر کی اس سے متأثر ہو کر سید صباح الدین لکھتے ھیں :

,,ڈاکٹر جاوید اقبال کی تقریر سننے کے لئے تو حاضرین ھمہ تن گوش ہو گئے ، انھوں نے اپنے والد بزرگوار کی شاعری کے مختلف پہلوؤں پر جو روشنی ڈالی، اس سے بہت کچھ سیکھا گیا، ھم ھندوستانیوں کو خوشی اور حیرت ھوئی جب ان کی زبان سے یہ سنا کہ ھندوستان میں علامہ محمد اقبال پر پاکستان سے زیادہ کام ہوا ہے ۔

پروفیسر جگن ناتھ آزاد کی صدارتی تقریر سن کر ایک بزرگ نے کہا کہ اس کافر بچہ نے تو سب کو پچھاڑ دیا،،(۱۳)

اس کانگریس کے علاوہ کئی مقامات پر تقاریر کا سلسلہ جاری رہا ۔ مرکزی مجلس اقبال کی ایک تقریب میں سید صباح الدین کو بھی علامہ اقبال پر تقریر کرنے کی دعوت دی گئی ۔ انھوں نے اس قدر جذباتی انداز میں تقریر کی کہ حاضرین نے تالیاں بجا بجا کر اس کا خیر مقدم کیا ۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے کہا میں نے یہ تقریر اشک بار آنکھوں سے سنی ۔

سید صباح الدین نے اپنے لاھور کے قیام کے دوران کئی دعوتوں میں بھی شرکت کی ۔ اور ھر جگہ اپنے خاص تاثرات کے ذریعے لوگوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو گرویدہ بنا لیا ۔ ,,گلشن اقبال،، کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

,,یہ علامہ محمد اقبال کے نام پر ایک بہت ہی طویل، وسیع اور عریض پارک بنایا گیا ہے جس کے سبزہ زاروں، مرغزاروں، پھولوں اور آبشاروں کی وجہ سے لاہور شہر کے حسن اور رونق میں بھی اضافہ ہو گیا ہے،، (۱۴)

مولانا سید صباح الدین کو علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے ساتھ والہانہ عشق تھا، وہ ان کے خلاف کسی قسم کی بات تک سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے، وہ انھیں موجودہ صدی کا مجدد، مصلح اور مسلمان قوم کا صحیح ترجمان سمجھتے تھے، ذیل کے اقتباس سے ان کی عقیدت مندی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، وہ لکھتے ہیں :

,,ہم دار المصنفین والے علامہ محمد اقبال کو مفکر اسلام، اسرار الٰہی کا محرم راز، شریعت کا آشنا، کاروان ملت کا حدی خواں اور فلسفہ اسلام کا ترجمان سمجھتے تھے، اگر کوئی ان کے نہان خانہ زندگی میں تاک جھانک کر ان کو مجروح کرنے کی کوشش کرنا چاھتا ہے تو ہم میں ویسا ہی اشتعال پیدا ہوتا ہے جیسے ہمارے کسی مذہبی پیشوا پر حملہ آور ہو کر کوئی ان کی توہین کرے، مجلس کے دیگر رفقاء نے اپنی معروضیت پسندی کی وجہ سے ہماری اس رائے کو انتہا پسندی پر محمول کیا ، مگر ہم اپنی رائے میں تبدیلی کرنے کو تیار نہیں ہوئے ،،(۱۵) ۔

سید صباح الدین نہ صرف علامہ محمد اقبال کے پرستار تھے بلکہ وہ ان کے پیغام کو عام کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی بھی تاکید کرتے تھے، خود رقم طراز ہیں :

,,اس شاعر مشرق پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے ، آئندہ بھی لکھا جائے گا اور جتنا بھی لکھا جائے گا، کمی محسوس ہوگی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر انھوں نے جو پیام دیا تھا، اس پر عمل ہوا بھی کہ نہیں، وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اپنے خواب گراں سے بیدار ہوں، وہ ناموس ازل کے امین ، جبرئیل و اسرافیل کے صیاد، ظاھر و باطن کی خلافت کے سزا وار ، زہر کا تریاق ، مہروم‌ه و انجم کے حاکم، خود نگر، خود گر، خود گیر، بانگ درا، بال جبرئیل اور ضرب کلیم بن کر رہیں ۔

علامه اقبال کی بین الاقوامی کانگریس ہو یا ان کی سالگرہ کا جشن ہو یا ان پر سیمینار ہو، اگر ان کے پیام پر عمل نہ ہو تو ایسے اجتماع کے دھوم دھام اور تزک و احتشام کے اندر ان کی روح منڈلاتی ہوئی کہہ رہی ہوگی ۔

خون دل و جگر سے ہے سرمایہ حیات

فطرت لہو ترنگ ہے غافل نہ جل ترنگ (۱٦)

لاھور کانگریس سے فارغ ہونے کے بعد سید صباح الدین کراچی میں لیاقت کالج کی طرف سے اپنے استاد محترم اور مربی حضرت مولانا سید سلیمانؒ ندوی کی سالانہ برسی میں شرکت کرنے کی غرض سے کراچی تشریف لے گئے ۔ ۲۲ نومبر ۱۹۸۳ء کو وھاں جبیس ہوٹل میں بہت باوقار طریقے پر برسی منائی گئی ۔ اس برسی کے موقع پر اخباروں نے جو اداریے لکھے ، خصوصی نمبر شائع کئے، اور جو مقالات پڑھے گئے، انھوں نے سید صباح الدین کے دل درد مند پر گہرا اثر چھوڑا ۔ تقریب کے مہمان خصوصی کی حیثیت سے سید صاحب نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ جذباتی انداز میں اپنے تأثرات پیش کئے اور وضاحت کی کہ استاذی المحترم مرحوم نے اسلام کے سفیر اور دبستان شبلی کے ضمیر بن کر کس طرح اپنے فرائض انجام دیئے ۔

جلسے کے صدر ریر ایڈمرل ایم ۔ آئی ۔ ارشد نے کہا کہ سید سلیمان ندوی کی کتاب ,, عربوں کی جہاز رانی ،، بڑی اہم ہے ، بحریہ کے ہر نوجوان کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی جلسہ میں لیاقت کالج کے پرنسپل نے اعلان کیا کہ وہ ۱۹۸۴ء میں حضرت سید صاحب کی صد سالہ سالگرہ بڑے پیمانے پر منانے والے ہیں ۔

۲۶ نومبر ۱۹۸۳ء کو کراچی کے اسلامیہ کالج میں بھی سید سلیمان ندوی کی برسی منائی گئی، مولانا سید صباح الدین اس میں بھی مدعو تھے ۔ اسی کالج کے احاطہ میں مولانا شبیر احمد عثمانی کا مزار ہے اور اسی کے بغل میں سید سلیمان ندوی کا مزار ہے جہاں حکومت پاکستان نے چار قبروں کے احاطہ پر ایک عمدہ عمارت بنا دی ہے ۔ سید صاحب نے مزار پر حاضری دی، حاضری کے وقت جو کیفیت طاری ہوئی اس کا اظہار فرماتے ہیں :

,,مزار پر حاضری دی تو بے اختیار جی چاہا کہ اس کی تعویذ سے لپٹ جاؤں، زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ وہ دار المصنفین کو علم و فن کا ایک تاج محل بنا گئے ۔ ان کی ذات مبارک کی موجودگی میں اس پر چودھویں رات کی جو چاندنی چھٹکی نظر آتی تھی ، وہ اب وہاں نہیں دکھائی دیتی ہے ۔ آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے کہ انھوں نے اپنی نگرانی میں جن شاگردوں کو تیار کیا تھا وہ ایک ایک کرکے اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے ۔ اس بزم دوشیں کا ایک ٹمٹماتا چراغ میری حقیر ذات باقی رہ گئی ہے ۔ انھوں نے بے سروسامانی کے عالم میں دارالمصنفین کے احاطہ میں علم و فضل کی جوت جگائی تھی، اس کے احاطہ میں وہ بے سروسامانی تو نظر نہیں آتی بلکہ اس کی ظاہری زینت و آرائش پہلے سے زیادہ ہے ۔ مگر وہ جوت نہیں جو ان کے زمانہ میں تھی ، چشم بینا رکھنے والوں کو وہاں ان کی روح منڈلاتی ضرور نظر آتی ہے مگر ان کے علم و فضل کی پاکیزگی اور سیرت کی طہارت سے ان کے حاشیہ نشینوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ذہن میں جو بالیدگی اور ان کی تحریروں میں جو تازگی پیدا ہوتی رہی، اب وہاں نہیں ہو رہی ہے۔

مزار کے پاس کھڑے ہو کر اللہ تبارک و تعالی کی بارگاہ میں دعا کی کہ اس کے اندر ابدی نیند سونے والے نے دارالمصنفین کو اپنے خون سے سینچا تھا، اپنے کو مٹا کر اس کے وقار کو بلند کیا تھا، اس کی شہرت بڑھانے میں انھوں نے جو محنت و ریاضت کی تھی اس سے محلول ہو کر رہ گئے تھے، اس کے ہر ذرہ میں ان ہی کے دل و جگر کے ریزے ہیں، اب وہ نہیں ہیں تو خدایا ان کی اور ان کے استاد محترم کی نیت بابرکت کی خاطر اس ادارہ کو اپنی رحمتوں اور برکتوں کی بارش سے سیراب رکھ، تاکہ اس کے ذریعہ سے فیوض کی جو جوئبار بہی تھی وہ جاری رہے، آمین ، آنکھیں نم تھیں اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ مزار کے مکین دار المصنفین کے احاطہ میں آ رہے ہیں، جا رہے ہیں ، قدم قدم پر علم و فن کے نئے نئے گل کھلا رہے ہیں "(۱۷) ۔

جناب سید حسام الدین راشدی کی یاد میں کراچی یونیورسٹی نے **۱۹۸۳ء** میں توسیعی لیکچرز کا اہتمام کیا اور اس میں مولانا سید صباح الدین عبدالرحمن کو بھی مدعو کیا ۔ مولانا اپنے مقالے میں فرماتے ہیں :

"سید حسام الدین راشدی مرحوم کی زندگی کے دو بڑے مقصد تھے، ایک تو یہ کہ علم کی تلاش میں تن آسانی، سہل انگاری، کوتاہ قلمی، گریز، فرار اور چشم پوشی کو علم کی شریعت میں معصیت قرار دیا جائے ۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ سندھ کی گزشتہ علمی عظمت و فضیلت و جلالت کو سامنے لاکر اس کو وہ مقام عطا کیا جائے جس کا وہ واقعی مستحق ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ٹھٹھہ ، سندھ کا دار السلطنت رہا، وہاں جو آثار قدیمہ ہیں ان کی ہر چیز سے مرحوم کو عشق رہا، ان کی شاید دلی خواہش تھی کہ اس شہر کے تمام آثار کی تاریخ اس طرح قلم بند کی جائے کہ یہ معلوم ہو کہ یہ پایہ تخت بھی غرناطہ، بغداد، غزنی اور دھلی سے کم نہیں رہا، انھوں نے مختلف کتابوں کو ایڈٹ کرتے وقت سندھ سے متعلق اتنا تاریخی، ادبی اور شعری لٹریچر فراہم کر دیا ہے کہ اس میں وہی سب کچھ نظر آتا ہے جو سندھ کے گزشتہ زمانہ میں تھا ۔ ان کے اس کارنامے پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے، (۱۸) ۔

سید صباح الدین کو کراچی کے اس سفر میں مذاکرہ ملی تعلیمات نبوی،،،تصورریاست اسلامی،،میں بھی شرکت کرنے کا موقع ملا ۔ جو ھمدرد فاؤنڈیشن کی طرف سے جناب حکیم محمد سعید کے زیر اہتمام ۱۴ سے ۱۸ دسمبر ۱۹۸۳ء تک انٹرکونٹی نینٹل میں ہوتا رہا ۔ ایک اجلاس کی صدارت سید صباح الدین مرحوم نے بھی کی ۔

۲۹ دسمبر ۱۹۸۳ء کو حیدر آباد کے سندھی ادبی بورڈ کی طرف سے جناب سید حسام الدین راشدی مرحوم پر ایک دوسرا لیکچر دینے کے لئے مولانا سید صباح الدین کو مدعو کیا گیا، مولانا نے حیدر آباد کا یہ سفر کراچی یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے مشہور استاد ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور ان کے بھائی کی معیّت میں کیا، جلسہ حیدر آباد کے نیشنل سینٹر میں ہوا ۔ جہاں شہر کے معززین اور ارباب ذوق کا بہت بڑا مجمع تھا ۔ اس کی صدارت مہران یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ایس ۔ ایم ، قریشی نے کی ۔ مولانا سید صباح الدین نے جو مقالہ کراچی یونیورسٹی میں پیش کیا تھا اس کو انھوں نے وہاں زبانی بیان کیا ۔ جس کو بے حد پسند کیا گیا ۔ سندھی ادبی بورڈ کے بارے میں لکھتے ہیں :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

,,سندھی ادبی بورڈ کی علمی سرگرمیوں کو دیکھ کر بہت متأثر ہوا، جس آب و تاب سے اس کی طرف سے سندھی میں ۱۳۳ کتابیں شائع ہوئی ہیں وہ لائق تقلید اور قابل تعریف ہیں،، (۱۹).

۳۱ دسمبر ۱۹۸۳ء کو انجمن ترقی اردو پاکستان کی طرف سے ,,ہندوستان مین تاریخ نویسی،، کے موضوع پر تقریر کرنے کے لئے سید صباح الدین کو مدعو کیا گیا ۔ یہ جلسہ نیپا کے مشہور ہال میں ہوا ۔ جب سید صباح الدین تقریر کر چکے تو سوال و جواب میں اس پر بڑی گرم بحث رہی کہ بادشاہت اسلام میں جائز ہے کہ نہیں اور تاریخ نویسی میں معروضیت کس حد تک ضروری ہے ۔ سید صاحب کو تقریر کے معاوضہ میں انجمن کی روایات کے مطابق ایک ہزار روپے کی رقم پیش کی گئی،انھوں نے لینے سے انکار کیا،لیکن جب اس کو قبول کرنے پر اصرار بڑھا تو انھوں نے یہ رقم لے کر انجمن کو اپنی طرف سے ھدیہ کر دی ۔ اس سے سید صباح الدین کی سیر چشمی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ۔ کہ وہ ,, الغنی غنی النفس،، کی عملی تصویر تھے ۔

۳ جنوری ۱۹۸۴ء کو شمالی ناظم آباد کی بزم ہمایوں کی طرف سے سید صباح الدین کو مدعو کیا گیا ۔ یہ نشست ڈاکٹر محمد شریف کے مکان پر ہوئی جس میں کئی بینکوں کے صدر اور نائب صدر، ھائی کورٹ کے جج، یونیورسٹی کے اساتذہ اور دوسرے معززین شریک ہوئے ۔ اس میں زیادہ تر تقریریں اس پر تھیں کہ ھمارا معاشرہ کس طرح اچھا بن سکتا ہے ۔ سید صباح الدین لکھتے ہیں :

,,کراچی کے اس قیام میں شب و روز بڑی پر کیف مشغولیتوں میں گزرے (۲۰) جناب خالد اسحاق نے دو روز اپنے دولت کدہ پر مدعو کیا جس میں کچھ ارباب علم و فضل بھی شریک ہوئے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ بڑے مہمان نواز ہیں ـ اپنی فیاضی اور خاطر داری میں اپنے دسترخوان کو پر تکلف بنانے کے ساتھ اپنی بذلہ سنجیوں اور نکتہ پروریوں سے پرکیف اور پرلطف بنا دیتے ہیں ـ ان کے یہاں کی نشست میں علمی، ادبی اور مذہبی گفتگوؤں کی کوکبی اور مہتابی چھٹکی رہتی ہے ـ اسی کے ساتھ وہ اپنی گفتگوؤں سے اس کو زعفران بنا کر اپنی شخصیت میں رعنائی اور دلبری پیدا کر دیتے ہیں، ان کی ذاتی لائبریری میں ستر (۷۰) ہزار کتابیں ہیں جو ان کے ہر کمرہ میں دکھائی دیتی ہیں ـ ان ہی کے بیچ میں بیٹھ کر شیوہ بیانی اور شیریں کلامی کے مئے دو آتشہ اور سہ آتشہ کے ساغر و مینا چھلکتے رہتے ہیں " (۲۱)

سید صباح الدین نومبر ۱۹۸۳ء میں علامہ اقبالؒ کی دوسری بین الاقوامی کانگریس میں شرکت کے لئے لاہور آئے تھے ـ وہاں سے کراچی چلے گئے ـ جہاں بعض ناگزیر اسباب کی بنا پر قیام لمبا ہو گیا ـ فروری ۱۹۸۴ء میں واپس ہندوستان چلے گئے، لیکن مارچ میں پھر کراچی چلے آئے ـ

سید صباح الدین کو سکھر کی تنظیم فکرونظر کی طرف سے سندھی ادبی میلہ میں شرکت کی دعوت تھی جو ۱۱، ۱۲ مارچ ۱۹۸۴ء کو منعقد ہوا ـ اس کا افتتاح صدر پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق نے کراچی کے مشہور شری ٹن ہوٹل میں کیا ـ خطبہ استقبالیہ کے بعد جناب خالد اسحاق نے اردو تحریر پڑھی جس میں ادبی میلہ کی نوعیت بیان کی گئی تھی ـ آخر میں جناب صدر نے پورے خطیبانہ انداز سے مجمع کو مخاطب کیا، جو کچھ انھوں نے کہا تالیوں کی گونج میں سنا گیا ، اس میں سید صباح الدین نے جو مقالہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیش کیا اس کا عنوان ,, اهل سندھ کے لئے لمحات فکریہ ،، تھا ۔ اس میں بڑی صاف گوئی سے یہ بتایا گیا کہ :

,, خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں کی بڑی بڑی حکومتیں بنیں، مگر وہ سب ختم ہو گئیں ۔ پاکستان برصغیر کے مسلمانوں کی بڑی قربانیوں سے وجود میں آیا ہے اب آئندہ کا مؤرخ هی یہ فیصلہ کرے گا کہ یہ قربانیاں بامقصد رهیں یا رائیگاں گئیں،، (۲۲)

سید صباح الدین نے اس کی بھی توجہ دلائی کہ :

,,اس برصغیر میں اسلام نے سب سے پہلے سندھ کو اپنی آغوش میں لیا ، اس کو اس برصغیر کا باب الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے ۔ یہاں بہت سے علماء، فضلاء، مفسرین اور محدثین گزرے ھیں اس بنا پر ایک زمانہ میں یہ عرب صغیر کہلاتا تھا ۔ یہاں کی مکلی پہاڑی میں ایک لاکھ پچیس ہزار اولیائے کرام مدفون ھیں، اس طرح یہ حدیقة الاولیاء بھی رہا، یہاں حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی، حضرت صدر الدینؒ ، حضرت رکن الدینؒ، حضرت شہباز قلندر، حضرت سچل سرمست اور حضرت عبدالطیفؒ نے اپنی اپنی تعلیمات سے اس سرزمین کو سونا بنانے کی کوشش کی ہے،، (۲۳) ۔

۱۷ اپریل ۱۹۸۳ء کو سید صباح الدین نے کراچی سے اسلام آباد، پشاور تک کا ایک هفتہ کا خوشگوار اور پرکیف سفر کیا، اس سفر کے بارے میں سید صاحب لکھتے ھیں :

,,اس سفر کا اصل مقصد حضرت مولانا محمد اشرف صدر شعبہ عربی، پشاور یونیورسٹی سے شرف ملاقات حاصل کرنا تھا جو استاذی المحترم حضرت مولانا سید سلیمان ندوی کے بڑے محبوب خلیفہ بھی ھیں ان کی تصنیف "سلوک سلیمانی" کی دو جلدیں اس قدر بلند پایہ ھیں کہ ان کے اس علمی کارنامہ سے راقم کی گردن ندامت سے جھکی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رهتی ہے کہ جو کام دار المصنفین کے اندر هونا چاهیئے تھا وہ پشاور کے ایک عزلت خانہ میں ہوا اسی کے ساتھ امتنان و تشکر کا جذبہ بھی غالب رهتا ہے کہ ان کی اشاعت سے ایک بہت ہی اہم کام انجام پا گیا ان ملی جلی کیفیات کے ساتھ حضرت مولانا کی خدمت میں حاضری ہوئی تو ایسا معلوم ہوا کہ اپنے ایک سگے بھائی کی محبت اور صحیح معنوں میں ایک اهل اللہ کی صحبت کی دولت مل گئی ۔ شرمندگی بھی تھی کہ یہ حاضری جو بہت پہلے ہونی چاهئے تھی ۔ بہت تاخیر سے ہوئی ۔ وہ حضرت سید صاحب کی غایت محبت میں اعظم گڑھ بھی تشریف لائے تھے، ان کی ایک ایک چیز کا دیدار بڑے والہانہ انداز سے کیا تھا ۔ یہ راقم اس موقع پر اعظم گڑھ سے باہر تھا ۔ یہاں نہ ملنے کا بھی قلق تھا، جو پشاور پہنچ کر کچھ حد تک دور ہوا ،، (۲۴) ۔

واپسی پر اسلام آباد میں سید صباح الدین نے تین روز قیام کیا اس سہ روزہ قیام کے دوران سید صاحب نے سب سے زیادہ توجہات کریمہ ادارۂ تحقیقات اسلامی اور اراکین ادارہ پر مبذول کئے رکھیں، سید صباح الدین رقم طراز ہیں :

,,وهاں زیادہ تر وقت اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں گزرا، اس کے ڈائریکٹر جنرل جناب ڈاکٹر شیر محمد زمان صاحب هیں جنھوں نے اپنی غایت اخلاقی تواضع اور مادی خاطر داری سے هر طرح ممنون کیا ۔ اسٹاف کے بہت سے لوگوں کو اپنے کمرہ میں جمع کیا، ان سے دیر تک اسلام اور مستشرقین پر گفتگو ہوتی رهی ، اس موضوع پر اعظم گڑھ کے بعد دوسرا سیمینار ویسٹ ایشین اسٹڈیز انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے دسمبر میں کراچی میں ہونے والا ہے ، ڈاکٹر شیر محمد زمان نے اپنی عنایت سے اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کو اس سیمینار کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شریک داعی بنا لیا ہے ۔ امید ہے کہ اب ان دونوں اداروں کے تعاون سے سیمینار کا اجلاس باوزن اور باوقار طریقہ سے ہوگا(۲۵)

مزید لکھتے ہیں :

,,اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اب وہاں ہے جہاں ,,شاہ فیصل مسجد،، بن رہی ہے یہ جب مکمل ہو جائے گی تو شاید دنیا کی بڑی مسجدوں میں شمار ہوگی، اسی کے ساتھ انسٹیٹیوٹ کی عمارت ہے وہ اپنی وسعت اور شوکت کے لحاظ سے اسلامی ممالک کے بہت بڑے علمی اور تحقیقی اداروں میں شمار کئے جانے کے لائق ہے خدا کرے جن آرزوؤں اور تمناؤں کی تکمیل کی خاطر یہ ادارہ قائم کیا گیا ہے وہ اس کے دانشوروں کے ذریعہ سے پوری ہوں، آمین،، (۲٦) ۔

سید صباح الدین تین روز کے بعد دوبارہ کراچی تشریف لے گئے تو وہاں ایک مجلس ذکر میں حاضر ہونے کا موقع ملا ، مجلس ذکر کیا تھی ایک نور کا فوارہ تھا، جس نے عجیب کیف و مستی کی کیفیت پیدا کر دی ۔ سید صاحب لکھتے ہیں :

,,استاذی المحترم حضرت مولانا سید سلیمان ندوی کے خلیفہ مولانا غلام محمد ایک رات اپنی ماہانہ مجلس میں ساتھ لے گئے ۔ ان کے پچیس تیس مریدین اور معتقدین شریک تھے جب روشنی گل کرکے اس میں ذکر جلی شروع ہوا تو یکایک بڑی کیفیت محسوس کی ، بعض شرکاء پر گریہ بھی طاری تھا ، خیال ہوا کہ ایسی روحانی مجلسوں ہی کی بدولت پاکستان رحمت الٰہی کی بارش سے سیراب ہوتا ہوگا ،،(۲۷) ۔

پاکستان کا آخری سفر مولانا سید صباح الدین عبدالرحمن نے جون ۱۹۸۷ء میں کیا ۔ پاکستان کی ہجرہ کونسل کی مشاورتی کمیٹی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا ایک سیمینار ۲۹ جون ۱۹۸۷ء سے یکم جولائی ۱۹۸۷ء تک اسلام آباد میں منعقد ہوا ۔ اس میں اسلامی علوم و فنون پر سو (۱۰۰) عظیم کتابوں کا انتخاب کیا جانا تھا ۔ مولانا سید صباح الدین بھی اس سیمینار میں مدعو تھے ۔ اس میں تقریباً ۳۳ ملکوں کے نمائندے شریک ہوئے اور اس کا افتتاح صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے کیا ۔

ہجرہ کونسل کی تشکیل کا مقصد ھی یہی ہے کہ اسلامی علوم و فنون پر مختلف اور منتخب کتابوں کو نئے انداز میں چھپوا کر منظر عام پر لایا جائے ۔ ان کے تراجم کروائے جائیں اور مختلف زبانوں میں تراجم کے ذریعے اپنی عظیم الشان علمی وراثت سے واقف کرایا جائے ۔ نتھیاگلی کے اجلاس کے دوران ان کتابوں کی فن وار طریقے سے فہرست تیار کی گئی، جن کے بارے میں سید صباح الدین لکھتے ھیں:

"ان ھی میں سے (۱۰۰) سو کتابوں کے اصل متن محنت سے ایڈٹ کرکے شائع کئے جائیں گے اور پھر ان کے انگریزی ترجمے کئے جائیں گے ۔ تاکہ غیر مسلموں کو اور خصوصاً انگریزی جاننے والوں کو یہ علم ہو کہ مسلمانوں نے دنیا کے علوم و فنون کو کس کس طرح مالا مال کیا ۔ ان کتابوں کے انتخاب میں بڑی دیدہ وری، محنت اور خوش مذاقی کا ثبوت دیا گیا ہے ۔ ھمارے ناظرین اس فہرست پر ایک نظر ڈال لیں گے تو ان کو فخر محسوس ہوگا کہ ھمارے اسلاف نے دنیا کے کسی بھی علم و فن کو جاننے اور اس پر عبور حاصل کرنے میں کوتاھی نہیں کی ۔ اگر ان کو یورپ اور امریکہ کے پروپیگنڈہ کی طرح عام کیا جاتا تو دنیا کے مسلمان احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی بجائے احساس برتری کا جذبہ رکھتے "(۲۸)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کانفرنس کے دوران سید صباح الدین مرحوم کو ممتاز محقق جناب ڈاکٹر حمید اللہ سے تفصیلی ملاقات کا موقع ملا ، سید صاحب ڈاکٹر حمید اللہ کی ذات گرامی سے بے حد متاثر تھے - انھیں وہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں شمار کرتے تھے اور ان کے علمی، مذھبی اور تاریخی تحقیق کے میدان میں کارھائے نمایاں کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، انھیں ڈاکٹر صاحب کی ذات میں وہ تمام اوصاف نظر آتے تھے جو ایک مرد صالح کا طرہ امتیاز ہوتے ھیں - ان کے بارے میں لکھتے ھیں :

,, اس اجتماع میں جہاں اور ملکوں کے معزز نمائندوں سے ملاقاتیں رھیں وھاں اپنی زندگی کے عزیز ترین لمحات مکرم و محترم ڈاکٹر حمید اللہ کی علمی صحبتوں میں گذارے جن میں بڑی علمی روحانیت محسوس کرتا رھا ، چار روز کا زیادہ تر وقت ان ھی کی ھمدمی اور ھمنشینی میں گذرا ، ان سے پہلی ملاقات اس وقت ھوئی تھی جب وہ جوان تھے، اب وہ بوڑھے ھو چکے ھیں، آلہ سماعت استعمال کرتے ھیں، لیکن باتوں اور تحریروں میں اب تک جوان رعنا ھیں، انھوں نے اپنی زندگی میں جتنے علمی کام کئے ھیں وہ ان کے بعد اسی طرح یاد کئے جائیں گے جسطرح اکابر مشاھیر مصنفوں کے کارنامے یاد کئے جاتے ھیں، پھر اپنے استغنا اور بے نیازی کی مثالیں بھی ایسی پیش کی ھیں جو گزشتہ دور میں ائمہ اسلام پیش کرتے رھے ھیں اور جن سے ھمارے ماضی کی عظمت میں تابانی اور درخشانی پیدا ھوئی ہے - پاکستان ھجرہ کونسل کی طرف سے ان کی خدمت میں دس لاکھ روپے کا انعام پیش کیا گیا مگر انھوں نے اسی وقت اسلام آباد اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ کو ھدیہ کُردیا، ایسی بے نیازی کی مثالیں کم ملیں گی ، ان کا مستقل قیام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیرس میں ہے ، وھاں وہ کوئی غیر معمولی راحت اور عشرت کی زندگی بسر نہیں کرتے جس سے ان کو روپے کی ضرورت نہ ھو مگر اپنی قناعت پسندانہ اور خود دارانہ زندگی میں ان کو جو ماھانہ پنشن ملتی ہے اسی میں زندگی بسر کرتے ھیں ، وہ روحانی نشاط و انبساط محسوس کرتے ھیں ، جس کے بعد ان کے لئے بڑی سے بڑی دولت کی حیثیت پرکاہ سے زیادہ نہیں ۔ مصارف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر لی ہے لیکن شبستان محبت میں حریر و پرنیاں بنے ہوئے ھیں، عشق اسلام کے مضراب سے ان کے علمی تارحیات کا جو نغمہ بلند ھو رھا ہے وہ نہ صرف ان کے بلکہ تمام مسلمانوں کیلئے نور حیات بنا ھوا ہے ، اقبال نے مرد مومن کی جو یہ تعریف کی ہے کہ اس کی امیدیں قلیل ، اس کے مقاصد جلیل، اس کی ادا دلفریب اور اس کی نگہ دلنواز ھوتی ہے تو اس کا مکمل نمونہ ان کو اپنی بار بار ملاقاتوں میں پایا ، وہ یاد آ رھے ھیں، ان کی صورت جنت نگاہ اور باتیں تسنیم سامعہ بنی ھوئی ھیں اور آئندہ زندگی میں بھی بنی رھیں گی ، دار المصنفین کے رسالہ معارف کے معیار کو برقرار رکھنے کی کوشش کے متعلق اپنی جو رائے ظاھر کی وہ ھمارے لئے بہت بڑی سند ہے ،، (۲۹) ۔

سیّد صباح الدین پاکستان تشریف لائیں اور خصوصاً اسلام آباد میں حاضری ھو اور وہ ادارہ تحقیقات اسلامی میں تشریف نہ لائیں اور اس کا کسی نہ کسی صورت ذکر نہ کریں تو یہ ناممکن ہے کیونکہ اس ادارہ سے انہیں بےپناہ محبت تھی اور پھر علمی و تحقیقی اور فکری کام میں ادارہ کی کارکردگی کے متعلق آگاھی حاصل کرنا بھی وہ اپنے فرائض میں شمار کرتے تھے، اس آخری بار وہ پھر ادارہ میں تشریف لائے اور ادارہ کی کارکردگی سے بےحد متاثر ھوئے ۔ ادارہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تقریباً ایک ایک ممبر کو وہ ذاتی طور پر جانتے تھے اور ان کے نام اور کام تک سے واقف تھے ۔ ادارہ کے اکثر ممبران کا ذکر انھوں نے ان الفاظ میں کیا ۔

,,اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر شیر محمد زمان بڑی علم دوستی کے ساتھ ملتے رہے ۔ جناب محمود احمد غازی اب انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی سے وابستہ ھیں ان کا عزیزانہ برتاؤ برابر ساتھ رہا،، (۳۰)

سیّد صباح الدین ۳ جولائی ۱۹۸۷ء کو اسلام آباد سے کراچی تشریف لے گئے؛ کراچی انھیں اس لئے محبوب تھا کہ وھاں ان کے مربی و محسن مولانا سیّد سلیمان ندوی نے برصغیر پاک و ھند کی تقسیم کے بعد مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اور وھیں انھوں نے انتقال فرمایا تھا ۔ ان کی وفات کے بعد ان کی اھلیہ محترمہ وھیں بقید حیات تھیں، چونکہ سیّد صباح الدین کے والدین بچپن ھی میں انتقال کر گئے تھے اسلئے ان کی تعلیم و تربیت سیّد سلیمان ندوی نے اور ان کی اھلیہ محترمہ نے کی تھی ۔ سیّد صباح الدین کی نگاہ میں ان دونوں کا مقام ماں اور باپ کا تھا ۔ اس لئے جب بھی انھیں موقع ملتا وہ ان کی قدم بوسی کے لئے کراچی ضرور جاتے تھے ۔ ۔ سیّد سلیمان ندوی کی اھلیہ محترمہ فطری طور پر بہت ھی سلیقہ مند، مہذب، عبادت گزار اور باوقار تھیں، انھوں نے اپنے نامور اور ھر دل عزیز شوھر کی وفات کے بعد تقریباً ۳۴ سال بیوگی کی زندگی گزاری، مگر ان کی یادوں کی جوت جگا کر ھر طرح شاکر اور مطمئن رھنے کی کوشش کی ۔ ان کی وفات کے ۱۶ برس کے بعد حکومت پاکستان نے ان کے لئے ایک وظیفہ مقرر کر دیا تھا ۔ یہ کوئی بڑی رقم نہ تھی، مگر قناعت، توکل، صبر اور رضا کو اپنی نسوانی زندگی کا زیور اور ھنسی خوشی کے موتیوں کو اپنے گلے کا ھار بنا کر بچوں کے ساتھ زندگی گزاری دی ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیّد صباح الدین اپنی اس مجازی ماں کے بارے میں لکھتے ھیں :

,,یہ راقم ۱۹۳۵ء سے انکی زندگی کے آخری لمحات تک انکی مخلصانہ شفقت کی تسنیم سے سیراب ھوتا رھا ۔ ایک ماں کی مہرو محبت کی جتنی ضیاء باری ھو سکتی ہے وہ ایک حقیقت بن کر میری زندگی کے ذرہ ذرہ میں چمکتی رھی، میری جوانی ایک اندوہ ناک سانحہ سے بالکل برباد اور تباہ ھونے کو تھی، لیکن انھوں نے دستگیری کی اور اس کو سنوار کر از سر نو بسر کرنے میں فرشتۂ رحمت بن گئیں ۔ ۱۹۵۵ء سے کراچی برابر جاتا رھا ھوں، یہ شہر میری نگاھوں میں اس لئے جاذب ہے کہ یہیں استاذی المحترم کا مزار پر انوار ہے پھر جب وھاں پہنچ کر مرحومہ کی خدمت میں حاضر ھوتا تو ایسا معلوم ھوتا کہ مہر مادری کی مہتابی چھٹکی ھوئی ھو اور میں گلشن محبت کی خوشبوؤں سے معطر ھو رھا ھوں، گزشتہ مہینہ پاکستان کے سفر میں ۳ جولائی ۱۹۸۷ء کو انکی خدمت میں حاضر ھوا تو وہ اپنی تشویشناک علالت کی وجہ سے نیم بےھوشی کے عالم میں تھیں انکی آنکھیں کھلیں تو پہچانا، ھاتھ پکڑ کر بولیں بیٹا ! اچھا ھوا تم آ گئے ، آخری ملاقات ھو گئی ، اب دنیا سے رخصت ھو رھی ھوں، ان پر موت کا کوئی ھراس طاری نہ تھا ، مجھ کو دیکھ کر ان کی اگلی سی توانائی آ گئی، زندگی کی بزم رفتہ کی کہانی شروع کر دی، اس وقت ایسا معلوم ھوا کہ وہ قضاء کی دلھن بنی ھوئی ھیں، ۱۶ جولائی تک ان کی عیادت کیلئے برابر حاضر ھوتا رھا،، (۳۱)

سیّد صباح الدین کو کراچی جانے کی اس لئے بھی جلدی تھی کہ حضرت سلیمان ندوی کی سیرت النبی جلد ھفتم پر صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے ایک لاکھ روپے کے انعام کا اعلان کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا ۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے سیّد صباح الدین کو تاکید کی تھی کہ اس میں سے ۵۰ ہزار روپے کی رقم مرحومہ کی خدمت میں پیش کی جائے اور بقیہ ۵۰ ہزار دارالمصنفین کو ملے، ان کی کوشش تھی کہ یہ رقم مرحومہ کی زندگی میں ان کے پاس پہنچ جائے تاکہ ان کو کم از کم یہ تسلی ہو کہ ان کو بھی اپنے نامور شوہر کی علمی ناموری سے کچھ نہ کچھ مادی اور مالی فائدہ پہنچا ، مگر یہ رقم ان کے پاس اس وقت پہنچی ، جب وہ کائنات کی ساری دولت سے بے نیاز ہو چکی تھیں ۔

ایک روز تاج محل ہوٹل میں فاران کلب انٹرنیشنل کے سرگرم اور اسلام نواز صدر جناب عبدالرحمن چھابـرا نے ایک بہت ھی منتخب مجمع میں ,,اسلام اور مستشرقین ،، پر مولانا سیّد صباح الدین کی ایک تقریر کرائی ۔ اس موضوع پر مولانا نے اپنے خیـالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ :۔

,,ظہیر الدین محمد بابر کا بیان ہے کہ مجھ سے بڑے بڑے بہادرانہ کارنامے انجام پائے لیکن میری نظر میں میری سب سے بڑی بہادری یہ تھی کہ ایک روز لڑائی میں شکست کھا کر جنگل میں سو گیا تھا ۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک بڑا سانپ میرے سینہ پر کنڈلی مار کر میرے منہ پر پھنکار مار رہا ہے ۔ یہ دیکھ کر میرے ہوش و حواس جاتے رہے ۔ لیکن یکایک سنبھلا اور جب اس نے پھنکار مارنے کے لئے منہ بڑھایا تو میں نے اپنے اوپر نیچے دونوں دانتوں سے اس کا سر دبا لیا اور تیزی سے کھڑے ہو کر اس کو ایک طرف جھٹک کر پھینک دیا، پھر اپنی تلوار سے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ،، (۳۲)

یہ واقعہ سنا کر سیّد صباح الدین نے سامعین کو بتایا کہ :۔

,,مستشرقین مسلمانوں کے سینہ پر کنڈلی مار کر پھنکار رہے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سانپ کو اسی طرح مارنا ہے جس طرح بابر نے مارا تھا ۔ مگر ایسی بہادری تو مسلمان اپنی تن آسانی اور غفلت شعاری سے شاید نہ دکھا سکیں ۔ لیکن ہمارے مسلمان پارٹ ٹائم مسلمان بننے کی بجائے فل ٹائم مسلمان بن کر زندگی بسر کریں تو مستشرقین کے تمام وار خالی جائیں،، (۳۳)

کراچی میں سیّد سلیمان ندوی کی یاد میں سلیمان فاؤنڈیشن کے قیام کے لئے کوششوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے سیّد صباح الدین نے فرمایا :۔

,,کراچی میں دہلی ، مدھیہ پردیش ، یوپی اور بہار کے جو لوگ آباد ہیں وہ بڑے پیمانہ پر ایک سو اسی (۱۸۰) ایکڑ زمین پر استاذی المحترم مولانا سیّد سلیمان ندوی کی یاد میں سلیمان فاؤنڈیشن قائم کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، میری دعا ہے کہ یہ فاؤنڈیشن قائم ہو کر حضرت الاستاذ کی شان اور مرتبہ کے مطابق مفید کام انجام دیتا رہے،(آمین) ان کی سیرت کے نمایاں پہلو یہ تھے کہ انھوں نے اسلام اور اسلامی روایات کی حفاظت و حرمت میں اپنی پوری زندگی گزار دی ۔ لیکن کبھی کسی چیز کو ادنی مقصد کے حصول میں کام میں نہیں لاتے تھے ۔ وہ ہر کام کو اپنی پاکیزہ دانش و بینش سے نہایت شریفانہ، مخلصانہ اور دیانت دارانہ طور پر سر انجام دیتے تھے ۔ امید ہے کہ ان کے یہ اوصاف سلیمان فاؤنڈیشن کے ہر کام کو انجام دینے میں کارفرما ہوں گے ،، (۳۴)

سیّد صباح الدین اپنے انھی جذبات سے لبریز اور انھی خیالات میں غلطاں و پیچاں خود تو ۱٦ جولائی ۱۹۸۷ء کو واپس ھندوستان تشریف لے گئے لیکن ان کے جانے کے ایک ھفتہ بعد ان کی مجازی ماں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا سیّد سلیمان ندوی کی اہلیہ محترمہ بھی ۲۳ جولائی ۱۹۸۷ء کو اپنی اولاد کو آنسوؤں کے سیل رواں میں چھوڑ کر عالم جاودانی کو سدھار گئیں ۔ مرحومہ کی وفات حسرت آیات پر سیّد صباح الدین کو انتہائی رنج و صدمہ ہوا ، انھوں نے انتہائی دکھ اور حزن و ملال کی کیفیت میں تحریر کیا : ۔

"ان کے جاننے اور ملنے والوں میں کون ہے جو ان کو یاد کر کے سوگوار نہ ہوگا ۔ میرے لئے انکی یاد کی بے کلی مخزن تسکین بنی رہے گی ۔ حضرت سیّد سلیمان ندوی کے سایہ عاطفت اور مرحومہ کی شفقت مادری کے جلو میں دارالمصنفین کے احاطہ کی زندگی میں جو کشش ، یہاں کی سحر میں جو دل کشی ، یہاں کی شام میں، جو دل فریبی ، یہاں کی رات میں دل افروزی پائی ، ان کی یادوں کے غم کو آغوش میں لے کر چشم اشک آگنیں کے ساتھ. بقیہ زندگی گزرے گی " (۳۳)

کیا معلوم تھا کہ اتنے دکھ اور درد کا اظہار کرنے والا خود بھی ان کے تین ماہ سترہ دن کے بعد خود انھی کے پاس جا پہنچے گا ۔

مولانا سیّد سلیمان ندوی ، مولانا عبدالسلام ندوی اور مولانا شاہ معین الدین ندوی کے بعد دارالمصنفین کی بزم علم و ادب سیّد صباح الدین عبدالرحمن کے چراغ سے روشن تھی ، لیکن افسوس کہ باد حوادث کے جھونکوں نے اسے بھی گل کر دیا، اب وہ کبھی پاکستان نہیں آئیں گے، وہ بہت دور جا چکے ھیں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا ۔ اللہ ربّ العزت اُنھیں اپنی رحمتوں اور عنایتوں سے سرفراز فرمائے ۔ (آمین)

دار المطالعہ قرآن اکیڈمی

© rasailojaraid.com